

عرب — محل وقوع اور قومیں

سیرت نبوی درحقیقت اس پیغامِ ربانی کے عملی پرتو سے عبارت ہے، جسے رسول اللہ ﷺ نے انسانی جمعیت کے سامنے پیش کیا تھا۔ اور جس کے ذریعے انسان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں اور بندوں کی بندگی سے نکال کر خدا کی بندگی میں داخل کر دیا تھا۔ چونکہ اس سیرتِ طیبہ کی مکمل صورت گری ممکن نہیں جب تک کہ اس پیغامِ ربانی کے نزول سے پہلے کے حالات اور بعد کے حالات کا تقابل نہ کیا جائے اس لیے اصل بحث سے پہلے پیش نظر باب میں اسلام سے پہلے کی عرب اقوام اور ان کے نشوونما کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ان حالات کا خاکہ پیش کیا جا رہا ہے جن میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تھی۔

عرب کا محل وقوع لفظ عرب کے لغوی معنی ہیں صحرا اور بے آب و گیاہ زمین۔ عہدِ قدیم سے یہ لفظ جزیرہ نمائے عرب اور اس میں بسنے والی قوموں پر بولا گیا ہے۔

عرب کے مغرب میں بحر احمر اور جزیرہ نمائے سینا ہے۔ مشرق میں خلیج عرب اور جنوبی عراق کا ایک بڑا حصہ ہے۔ جنوب میں بحر عرب ہے جو درحقیقت بحر ہند کا پھیلاؤ ہے۔ شمال میں ٹنک شام اور کسی قدر شمالی عراق ہے۔ ان میں سے بعض سرحدوں کے متعلق اختلاف بھی ہے۔ کل رقبہ کا اندازہ دس لاکھ سے تیرہ لاکھ مربع میل تک کیا گیا ہے۔

جزیرہ نمائے عرب طبعی اور جغرافیائی حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اندرونی طور پر یہ چہار جانب سے صحرا اور ریگستان سے گھرا ہوا ہے جس کی بدولت یہ ایسا محفوظ قلعہ بن گیا ہے کہ بیرونی قوموں کے لیے اس پر قبضہ کرنا اور اپنا اثر و نفوذ پھیلانا سخت مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قلبِ جزیرہ العرب کے باشندے عہدِ قدیم سے اپنے جملہ معاملات میں مکمل طور پر آزاد و خود مختار نظر آتے ہیں حالانکہ یہ ایسی دو عظیم طاقتوں کے ہمسایہ تھے کہ اگر یہ ٹھوس قدرتی رکاوٹ نہ ہوتی تو ان کے حملے روک لینا باشدگانِ عرب کے بس کی بات نہ تھی۔

بیرونی طور پر جزیرہ نمائے عرب پرانی دنیا کے تمام معلوم براعظموں کے بچوں کی بیچ واقع ہے اور

نشکی اور سمندر دونوں راستوں سے ان کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اس کا شمال مغربی گوشہ، بڑا عظیم افریقہ میں دغلے کا دروازہ ہے۔ شمال مشرقی گوشہ یورپ کی کنجی ہے۔ مشرقی گوشہ ایران، وسط ایشیا اور مشرق بعید کے دروازے کھوتا ہے اور ہندوستان اور چین تک پہنچاتا ہے۔ اسی طرح ہر بڑا عظیم سمندر کے راستے بھی جزیرہ منگے عرب سے جڑا ہوا ہے اور ان کے جہاز عرب بندرگاہوں پر براہ راست نگرانداز ہوتے ہیں۔

اس جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے جزیرہ العرب کے شمالی اور جنوبی گوشے مختلف قوموں کی آماجگاہ اور تجارت و ثقافت اور فنون و مذاہب کے لین دین کا مرکز رہ چکے ہیں۔

مؤرخین نے نسلی اعتبار سے عرب اقوام کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔

عرب قویں (۱) عرب باندہ — یعنی وہ قدیم عرب قبائل اور قومیں جو بالکل ناپید ہو گئیں اور ان کے متعلق ضروری تفصیلات بھی دستیاب نہیں۔ مثلاً عاد، ثمود، ظنم، جیس، عمالقہ وغیرہ۔

(۲) عرب عاریہ — یعنی وہ عرب قبائل جو یعرب بن یثجب بن قحطان کی نسل سے ہیں۔ انہیں قحطانی عرب کہا جاتا ہے۔

(۳) عرب شمریہ — یعنی وہ عرب قبائل جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ انہیں عدنانی عرب کہا جاتا ہے۔

عرب عاریہ یعنی قحطانی عرب کا اصل گہوارہ ملک یمن تھا۔ یہیں ان کے خاندان اور قبیلے مختلف شانوں میں پھوٹے، پھیلے اور بڑھے۔ ان میں سے دو قبیلوں نے بڑی شہرت حاصل کی۔

(الف) حمیر — جس کی مشہور شاخیں زید الجہور، قضاعہ اور سکابک ہیں۔

(ب) کہلان — جس کی مشہور شاخیں ہمدان، انمار، طئی، مذحج، کنذہ، نعم، جذام، ازد و اوس، خزرج اور اولادِ بنیہ ہیں، جنہوں نے آگے چل کر ملک شام کے اطراف میں بادشاہت قائم کی اور آل عثمان کے نام سے مشہور ہوئے۔

عام کہلانی قبائل نے بعد میں یمن چھوڑ دیا اور جزیرہ العرب کے مختلف اطراف میں پھیل گئے۔ ان کے عمومی ترک وطن کا واقعہ سیلِ عرم سے کسی قدر پہلے اس وقت پیش آیا جب رومیوں نے مصر و شام پر قبضہ کر کے اہل یمن کی تجارت کے بحری راستے پر اپنا تسلط جمایا، اور بڑی شاہراہ کی سہولیات غارت کر کے اپنا دباؤ اس قدر بڑھا دیا کہ کہلانیوں کی تجارت تباہ ہو کر رہ گئی۔

کچھ عجیب نہیں کہ کہلانی اور حمیری خاندانوں میں چشمک بھی رہی ہو اور یہ بھی کہلانیوں کے ترک وطن کا ایک مؤثر سبب بنی ہو۔ اس کا اشارہ اس سے بھی ملتا ہے کہ کہلانی قبائل نے تو ترک وطن کیا۔ لیکن حمیری قبائل اپنی جگہ برقرار رہے۔

جن کہلانی قبائل نے ترک وطن کیا ان کی چار قسمیں کی جاسکتی ہیں۔

۱- ازد — انہوں نے اپنے سردار عمران بن عمرو مزقیار کے مشورے پر ترک وطن کیا۔ پہلے تو یمن ہی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہے اور حالات کا پتا لگانے کے لیے آگے آگے ہراول دتوں کو بھیجتے رہے لیکن آخر کار شمال کا رخ کیا اور پھر مختلف شاخیں گھومتے گھاتے مختلف جگہ دائمی طور پر سکونت پذیر ہو گئیں۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اس نے اولاً حجاز کا رخ کیا اور ثعلبہ اور ذی قار کے درمیان اقامت اختیار ثعلبہ بن عمرو کی۔ جب اس کی اولاد بڑی ہو گئی اور خاندان مضبوط ہو گیا تو مدینہ کی طرف کوچ کیا، اور اسی کو اپنا وطن بنا لیا۔ اسی ثعلبہ کی نسل سے آؤس اور خزرج ہیں جو ثعلبہ کے صاحبزادے حارثہ کے بیٹے ہیں۔

یعنی خزاعہ اور اس کی اولاد یہ لوگ پہلے سرزمین حجاز میں گردش کرتے ہوئے حارثہ بن عمرو مزانظہران میں خیمہ زن ہوئے۔ پھر حرم پر دھاوا بول دیا اور بنو خزیمہ کو نکال کر عود مکہ میں بود و باش اختیار کر لی۔

عمران بن عمرو اس نے اور اس کی اولاد نے عمان میں سکونت اختیار کی اس لیے یہ لوگ ازد عمان کہلاتے ہیں۔ نصر بن ازد اس سے تعلق رکھنے والے قبائل نے تہامہ میں قیام کیا۔ یہ لوگ ازد شنوؤہ کہلاتے ہیں۔ حفصہ بن عمرو اس نے مکہ شام کا رخ کیا۔ اور اپنی اولاد سمیت وہیں متوطن ہو گیا۔ یہی شخص غسانی بادشاہوں کا جدِ اعلیٰ ہے۔ انہیں آل غسان اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے شام منتقل ہونے سے پہلے حجاز میں غسان نامی ایک چشمے پر کچھ عرصہ قیام کیا تھا۔

۲- لمح و جذام — ان ہی لغیموں میں نصر بن ربیعہ تھا جو حیرہ کے شاہان آل منذر کا جدِ اعلیٰ ہے۔

۳- بنو طی — اس قبیلے نے بنو ازد کے ترک وطن کے بعد شمال کا رخ کیا اور اجاد اور سلمیٰ نامی دو پہاڑوں کے اطراف میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گیا، یہاں تک کہ یہ دونوں پہاڑیاں قبیلہ طی کی نسبت مشہور ہوئیں۔

۴- کنندہ — یہ لوگ پہلے بحرین — موجودہ الأحساء — میں خیمہ زن ہوئے۔ لیکن مجبوراً وہاں

سے دیکھ کر حضرت موت گئے۔ مگر وہاں بھی امان نہ ملی اور آخر کار نجد میں ڈیرے ڈالنے پڑے۔
یہاں ان لوگوں نے ایک عظیم الشان حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ مگر یہ حکومت پائیدار نہ ثابت ہوئی اور اس
کے آثار جلد ہی ناپید ہو گئے۔

کہلان کے علاوہ حمیر کا بھی صرف ایک قبیلہ قضاہ ایسا ہے۔ اور اسکا حمیری ہونا بھی مختلف فیہ
ہے۔ جس نے یمن سے ترک وطن کر کے حدود عراق میں بادۃ السماہ کے اندر بود و باش اختیار کی۔
عرب شمریہ | ان کے جد اعلیٰ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اصلاً عراق کے ایک شہر اڈر کے باشندے
تھے۔ یہ شہر دریائے فرات کے مغربی ساحل پر کونے کے قریب واقع تھا۔ اس کی کھدائی کے
دوران جو کتبات برآمد ہوئے ہیں ان سے اس شہر کے متعلق بہت سی تفصیلات منظر عام پر آئی ہیں
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کی بعض تفصیلات اور باشندگان ملک کے دینی اور جماعتی حالات
سے بھی پردہ ہٹا ہے۔

یہ معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں سے ہجرت کر کے شہر حران تشریف لے گئے
تھے اور پھر وہاں سے فلسطین جا کر اسی ملک کو اپنی پیغمبرانہ سرگرمیوں کا مرکز بنا لیا تھا اور دعوت
تبلیغ کے لیے یہیں سے اندرون و بیرون ملک مصروف ہو کر تازرہا کرتے تھے۔ ایک بار آپ
مصر تشریف لے گئے۔ فرعون نے آپ کی بیوی حضرت سارہ کی کیفیت سنی تو ان کے بارے میں
بیزیت ہو گیا اور اپنے دربار میں بے ارادے سے بلایا لیکن اللہ نے حضرت سارہ کی دعا کے نتیجے میں غیبی طور پر فرعون کی
ایسی گرفت کی کہ وہ ہاتھ پاؤں مائے اور پھینکنے لگا۔ اس کی نیت بلاس کے منہ پر باری گئی اور وہ حادثے کی نوعیت
سے سمجھ گیا کہ حضرت سارہ اللہ تعالیٰ کی نہایت خاص اور مقرب بندہ ہیں اور وہ حضرت سارہ کی
اس خصوصیت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اپنی بیوی بیچنے کو ان کی خدمت میں دے دیا۔ پھر حضرت سارہ
نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجیت میں دے دیا۔

۱۔ ان قبائل کی اور ان کے ترک وطن کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو۔ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ
للمغربی ۱۱/۱-۱۳ قلب جزیرۃ العرب ص ۲۳۱-۲۳۵۔ ترک وطن کے ان واقعات کے زمانہ اور اسباب
کے تعین میں تاریخی ماخذ کے درمیان بڑا سخت اختلاف ہے۔ ہم نے مختلف پہلوؤں پر غور کر کے جو بات
راجح محسوس کی اسے درج کر دیا ہے۔

۲۔ مشہور ہے کہ حضرت ہاجرہ لونڈی تھیں لیکن علامہ منصور پوری نے مفصل تحقیق کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ لونڈی
نہیں بلکہ آزاد تھیں اور فرعون کی بیٹی تھیں۔ دیکھئے رحمة للعالمین ۲/۳۶-۳۷-۳۸۔

۳۔ ایضاً ۲/۳۲۲ واقعہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو صحیح بخاری ۱/۴۸۴۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ کو ہمراہ لے کر فلسطین واپس تشریف لائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے ایک فرزند ارجمند - اسماعیلؑ - عطا فرمایا لیکن اس پر حضرت سارہ کو جو بے اولاد تھیں بڑی غیرت آئی اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجبور کیا کہ حضرت ہاجرہ کو ان کے نوزائیدہ بچے سمیت جلا وطن کر دیں۔ حالات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ انہیں حضرت سارہ کی بات ماننی پڑی اور وہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو ہمراہ لے کر حجاز تشریف لے گئے اور وہاں ایک بے آب گیاہ وادی میں بیت اللہ تشریف کے قریب ٹھہرا دیا۔ اُس وقت بیت اللہ تشریف نہ تھا۔ صرف ٹیلے کی طرح ابھری ہوئی زمین تھی۔ سیلاب آتا تھا تو دائیں بائیں سے کتراکر نکل جاتا تھا۔ وہیں مسجد حرام کے بالائی حصے میں زمزم کے پاس ایک بہت بڑا درخت تھا۔ آپ نے اسی درخت کے پاس حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو چھوڑا تھا۔ اس وقت مکہ میں نہ پانی تھا نہ آدم اور آدم زاد۔ اس لیے حضرت ابراہیمؑ نے ایک توشہ دان میں کھجور اور ایک مٹیکیزے میں پانی رکھ دیا۔ اس کے بعد فلسطین واپس چلے گئے۔ لیکن چند ہی دن میں کھجور اور پانی ختم ہو گیا اور سخت مشکل پیش آئی مگر اس مشکل وقت پر اللہ کے فضل سے زمزم کا چشمہ پھوٹ پڑا اور ایک عرصہ تک کے لیے سامان رزق اور متاع حیات بن گیا۔ تفصیلات معلوم و معروف ہیں۔

کچھ عرصہ بعد یمن سے ایک قبیلہ آیا جسے تاریخ میں بجز ہم ثانی کہا جاتا ہے۔ یہ قبیلہ اسماعیل علیہ السلام کی ماں سے اجازت لے کر مکہ میں ٹھہر گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قبیلہ پہلے مکہ کے گرد و پیش کی وادیوں میں سکونت پذیر تھا۔ صحیح بخاری میں اتنی صراحت موجود ہے کہ درہائش کی غرض سے یہ لوگ مکہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی آمد کے بعد اور ان کے جوان ہونے سے پہلے وارد ہوئے تھے۔ لیکن اس وادی سے ان کا گذر اس سے پہلے بھی ہوا کرتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے متروکات کی نگہداشت کے لیے وقتاً فوقتاً مکہ تشریف لایا کرتے تھے۔ لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس طرح ان کی آمد کتنی بار ہوئی۔ البتہ تاریخی ماخذ میں چار بار ان کی آمد کی تفصیل محفوظ ہے جو یہ ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھلایا

کہ وہ اپنے صاحبزادے (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کو ذبح کر رہے ہیں۔ یہ خواب ایک طرح کا حکم الہی تھا اور باپ بیٹے دونوں اس حکم الہی کی تعمیل کے لیے تیار ہو گئے۔ اور جب دونوں نے تسلیم خم کر دیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا تو اللہ نے پکارا: "اے ابراہیم! تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی ہوئی آزمائش تھی اور اللہ نے انہیں فدیے میں ایک عظیم ذریعہ عطا فرمایا۔"

مجموعہ بائبل کی کتاب پیدائش میں مذکور ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام سے تیرہ سال بڑے تھے اور قرآن کا سیاق بتلاتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے پیش آیا تھا۔ کیونکہ پورا واقعہ بیان کر چکنے کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت کا ذکر ہے۔

اس واقعے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے جوان ہونے سے پہلے کم از کم ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کا سفر ضرور کیا تھا۔ بقیہ تین سفروں کی تفصیل صحیح بخاری کی ایک طویل روایت میں ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے!

۲۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہو گئے۔ جڑنم سے عربی سیکھ لی اور ان کی نگاہوں میں بچنے لگے تو ان لوگوں نے اپنے خاندان کی ایک خاتون سے آپ کی شادی کر دی۔ اسی دوران حضرت ہاجرہ کا انتقال ہو گیا۔ ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیال ہوا کہ اپنا ترکہ دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ وہ مکہ تشریف لے گئے۔ لیکن حضرت اسماعیل سے ملاقات نہ ہوئی۔ بہو سے حالات دریافت کئے۔ اس نے تنگ دستی کی شکایت کی۔ آپ نے وصیت کی کہ اسماعیل علیہ السلام آئیں تو کہنا اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ اس وصیت کا مطلب حضرت اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے بیوی کو طلاق دے دی اور ایک دوسری عورت سے شادی کر لی جو جڑنم کے سردار مضاہ بن عمرو کی صاحبزادی تھی۔

۳۔ اس دوسری شادی کے بعد ایک بار پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ تشریف لے گئے مگر اس دفعہ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات نہ ہوئی۔ بہو سے احوال دریافت کئے تو اس نے اللہ کی حمد و ثناء کی۔ آپ نے وصیت کی کہ اسماعیل علیہ السلام اپنے دروازے کی چوکھٹ برقرار رکھیں اور فلسطین واپس ہو گئے۔

۴۔ اس کے بعد پھر تشریف لائے تو اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب درخت کے نیچے تیر گھڑ رہے تھے۔ دیکھتے ہی لپک پڑے اور وہی کیا جو ایسے موقع پر ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ اور بیٹا باپ کے ساتھ کرتا ہے۔ یہ ملاقات اتنے طویل عرصے کے بعد ہوئی تھی کہ ایک زمزم دل اور شفیق باپ اپنے بیٹے سے اور ایک اطاعت شعار بیٹا اپنے باپ سے بمشکل ہی اتنی لمبی جدائی برداشت کر سکتا ہے۔ اسی دفعہ دونوں نے مل کر خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ بنیاد کھود کر دیواریں اٹھائیں اور ابراہیم علیہ السلام نے ساری دنیا کے لوگوں کو حج کے لیے آواز دی۔

اللہ تعالیٰ نے مضامین کی صابزادی سے اسماعیل علیہ السلام کو بارہ بیٹے عطا فرمائے جن کے نام یہ ہیں۔ نابت یا نابط، قیدار، ادبائل، بشام، مشام، دوما، میشا، حدو، تیما، یطور، نفیس، قیدمان ان بارہ بیٹوں سے بارہ قبیلے وجود میں آئے اور سب نے مکہ ہی میں بود و باش اختیار کی۔ ان کی معیشت کا درو مدار زیادہ تر مین اور مصر و شام کی تجارت پر تھا۔ بعد میں یہ قبائل جزیرۃ العرب کے مختلف اطراف میں — بلکہ بیرون عرب بھی — پھیل گئے اور ان کے حالات، زمانے کی دیتاریکیوں میں دب کر رہ گئے۔ صرف نابت اور قیدار کی اولاد اس گمنامی سے مستثنیٰ ہیں۔

نبطیوں کے تمدن کو شمالی حجاز میں فروغ اور عروج حاصل ہوا۔ انہوں نے ایک طاقتور حکومت قائم کر کے گرد و پیش کے لوگوں کو اپنا باجگزار بنا لیا۔ بطران کا دار الحکومت تھا۔ کسی کو ان کے مقابلے کی تاب نہ تھی۔ پھر رومیوں کا دور آیا اور انہوں نے نبطیوں کو قسطنطنیہ پارینہ بنا دیا۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے ایک دلچسپ بحث اور گہری تحقیق کے بعد ثابت کیا ہے کہ آل غسان اور انصاری یعنی اوس و خزرج قطانی عرب نہ تھے۔ بلکہ اس علاقے میں نابت بن اسماعیل (علیہ السلام) کی جو نسل بچی کھچی رہ گئی تھی وہی تھے۔ قیدار بن اسماعیل علیہ السلام کی نسل مکہ ہی میں پھلتی پھولتی رہی یہاں تک کہ عدنان اور پھر ان کے بیٹے محمد کا زمانہ آگیا۔ عدنانی عرب کا سلسلہ نسب صحیح طور پر یہیں تک محفوظ ہے۔

عدنان، نبی ﷺ کے سلسلہ نسب میں اکیسویں پشت پر پڑتے ہیں۔ بعض روایتوں میں ہان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ جب اپنا سلسلہ نسب ذکر فرماتے تو عدنان پر پہنچ کر رک جاتے اور آگے نہ بڑھتے۔ فرماتے کہ ماہرین انساب غلط کہتے ہیں اللہ مگر علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ عدنان سے

آگے بھی نسب بیان کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق عدنان اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان چالیس پشتیں ہیں۔

بہر حال معد کے بیٹے نزار سے — جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کے علاوہ معد کی کوئی اولاد نہ تھی — کئی خاندان وجود میں آئے۔ درحقیقت نزار کے چار بیٹے تھے اور ہر بیٹا ایک بڑے قبیلے کی بنیاد ثابت ہوا۔ چاروں کے نام یہ ہیں۔ اباد، امار، ربیعہ اور مضر، ان میں سے مؤخر الذکر دو قبیلوں کی شاخیں اور شاخوں کی شاخیں بہت زیادہ ہوئیں۔ چنانچہ ربیعہ سے اسد بن ربیعہ، ہنترہ، عبد القیس، وائل، بکر، تغلب اور بنو حنیفہ وغیرہ وجود میں آئے۔ مضر کی اولاد دو بڑے قبیلوں میں تقسیم ہوئی۔

۱۔ قیس عیلان بن مضر۔

۲۔ الیاس بن مضر۔

قیس عیلان سے بنو عیلم، بنو ہوازن، بنو عطفان، عطفان سے عبس، ذبیان — اشجع اور غنی بن اعصر کے قبائل وجود میں آئے۔

الیاس بن مضر سے تیم بن مرہ، ہذیل بن مدرکہ، بنو اسد بن خزیمہ اور کنانہ بن خزیمہ کے قبائل وجود میں آئے۔ پھر کنانہ سے قریش کا قبیلہ وجود میں آیا۔ یہ قبیلہ فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کی اولاد ہے۔ پھر قریش بھی مختلف شاخوں میں تقسیم ہوئے۔ مشہور قریشی شاخوں کے نام یہ ہیں۔ جمح، سہم، عدی، مخزوم، تیم، زہرہ اور قحطی بن کلاب کے خاندان۔ یعنی عبدالدار، اسد بن عبدالعزی اور عبیدات۔ یہ تینوں قحطی کے بیٹے تھے۔ ان میں سے عبیدات کے چار بیٹے ہوئے، جن سے چار ذیلی قبیلے وجود میں آئے۔ یعنی عبید شمس، نوفل، مطلب اور ہاشم۔ انہیں ہاشم کی نسل سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور محمد ﷺ کا انتخاب فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کا انتخاب فرمایا پھر اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ کی نسل سے قریش کو چنا پھر قریش میں سے بنو ہاشم کا انتخاب کیا اور بنو ہاشم میں سے میرا انتخاب کیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے خلق کی تخلیق فرمائی تو مجھے سب سے اچھے گروہ میں بنایا پھر ان کے بھی دو گروہوں میں سے زیادہ اچھے گروہ کے اندر رکھا، پھر قبائل کو چنا تو مجھے سب سے اچھے قبیلے کے اندر بنایا، پھر گھرانوں کو چنا مجھے سب سے اچھے

گھرانے میں بنایا، لہذا میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب سے اچھا ہوں، اور اپنے گھرانے کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہوں۔^{۱۵}

بہر حال عدنان کی نسل جب زیادہ بڑھ گئی تو وہ چائے پانی کی تلاش میں عرب کے مختلف اطراف میں بکھر گئی چنانچہ قبیلہ عبد القیس نے، بکر بن وائل کی کئی شاخوں نے اور بنو تمیم کے خاندانوں نے بحرین کا رخ کیا اور اسی علاقے میں جا بسے۔

بنو حنیف بن صعوب بن علی بن بکر نے یاممہ کا رخ کیا اور اس کے مرکز حجر میں سکونت پذیر ہو گئے۔ بکر بن وائل کی بقیہ شاخوں نے، یمامہ سے لے کر بحرین، ساحل کاظمہ، خلیج، سواد عراق، ابلتہ اور ہنیت تک کے علاقوں میں بودوباش اختیار کی۔

بنو ثعلب جزیرہ فراتیہ میں اقامت گزریں ہوئے۔ البتہ ان کی بعض شاخوں نے بنو بکر کے ساتھ سکونت اختیار کی۔

بنو تمیم نے بادیہ بصرہ کو اپنا وطن بنایا۔

بنو سلیم نے مدینہ کے قریب ڈیرے ڈالے۔ ان کا مسکن وادی القری سے شروع ہو کر خیبر اور مدینہ کے مشرق سے گذرتا ہوا حرمہ بنو سلیم سے متصل دو پہاڑوں تک منتهی ہوتا تھا۔

بنو ثقیف نے طائف کو وطن بنا لیا اور بنو ہوازن نے مکہ کے مشرق میں وادی اوطاس کے گرد و پیش ڈیرے ڈالے۔ ان کا مسکن مکہ۔ بصرہ شاہراہ پر واقع تھا۔

بنو اسد تیمار کے مشرق اور کوفہ کے مغرب میں خمیزان ہوئے۔ ان کے اور تیمار کے درمیان بنو طی کا ایک خاندان بجز آباد تھا۔ بنو اسد کی آبادی اور کوفہ کے درمیان پانچ دن کی مسافت تھی۔

بنو ذبیان تیمار کے قریب خزائن کے اطراف میں آباد ہوئے۔

تہامہ میں بنو کنانہ کے خاندان رہ گئے تھے۔ ان میں سے قرشی خاندانوں کی بودوباش مکہ اور اس کے اطراف میں تھی۔ یہ لوگ پراگندہ تھے، ان کی کوئی شیرازہ بندی نہ تھی تا آنکہ قُصی بن کلاب ابھر کر منظر عام پر آیا اور قرشیوں کو متحد کر کے شرف و عزت اور بلندی و وقار سے بہرہ ور کیا۔^{۱۶}



عرب - حکومتیں اور سرداریاں

اسلام سے پہلے عرب کے جو حالات تھے ان پر گفتگو کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی حکومتوں سرداریوں اور مذاہب و اذیان کا بھی ایک مختصر سا خاکہ پیش کر دیا جائے تاکہ ظہور اسلام کے وقت جو پوزیشن تھی وہ آسانی سمجھ میں آسکے۔

جس وقت جزیرۃ العرب پر خورشید اسلام کی تابناک شعاعیں ضوؤ فلکین ہوئیں وہاں دو قسم کے حکمران تھے۔ ایک تاج پوش بادشاہ جو درحقیقت مکمل طور پر آزاد و خود مختار نہ تھے اور دوسرے قبائلی سردار جنہیں اختیارات و امتیازات کے اعتبار سے وہی حیثیت حاصل تھی جو تاج پوش بادشاہوں کی تھی لیکن ان کی اکثریت کو ایک مزید امتیاز یہ بھی حاصل تھا کہ وہ پورے طور پر آزاد و خود مختار تھے بلکہ جوش حکمران یہ تھے، شاہانِ مین، شاہانِ آلِ عثمان (شام) اور شاہانِ حیرہ (عراق) بقیہ عرب حکمران تاج پوش نہ تھے۔

عرب عاربہ میں سے جو قدیم ترین یمانی قوم معلوم ہو سکی وہ قوم سبا ہے۔ **مین کی بادشاہی** اور (عراق) سے جو کتبات برآمد ہوئے ہیں ان میں ڈھائی ہزار سال قبل مسیح اس قوم کا ذکر ملتا ہے لیکن اس کے عروج کا زمانہ گیارہ صدی قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے اس کی تاریخ کے اہم ادوار یہ ہیں:

۱- سن ۶۵۰ ق م سے پہلے کا دور۔ اس دور میں شاہانِ سبا کا لقب مکرِب سبأ تھا۔ ان کا پایہ تخت صروح تھا جس کے کھنڈر آج بھی مآرب کے مغرب میں ایک دن کی راہ پر پائے جاتے ہیں اور خیربہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اسی دور میں مآرب کے مشہور بند کی بنیاد رکھی گئی جسے مین کی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس دور میں سلطنتِ سبا کو اس قدر عروج حاصل ہوا کہ انہوں نے عرب کے اندر اور عرب سے باہر جگہ جگہ اپنی نوآبادیاں قائم کر لی تھیں۔

۲- سن ۶۵۰ ق م سے ۶۱۵ ق م تک کا دور۔ اس دور میں سبا کے بادشاہوں نے مکرِب کا لفظ چھوڑ کر ملک (بادشاہ) کا لقب اختیار کر لیا اور صروح کے بجائے مآرب کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔

اس شہر کے کھنڈرات آج بھی صنعا کے ۶۰ میل مشرق میں پائے جاتے ہیں۔

۳۔ ۵۱۳ ق م سے ۳۳۰ ق م تک کا دور۔ اس دور میں سبا کی مملکت پر قبیلہ حمیرہ کو غلبہ حاصل رہا اور اس نے مآرب کے بجائے ریدان کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ پھر ریدان کا نام ظفار پڑ گیا جس کے کھنڈرات آج بھی شہر ”یریم“ کے قریب ایک مدور پہاڑی پر پائے جاتے ہیں۔

یہی دور ہے جس میں قوم سبا کا زوال شروع ہوا۔ پہلے بنیویوں نے شمالی حجاز پر اپنا اقتدار قائم کر کے سبا کو ان کی نوآبادیوں سے نکال باہر کیا۔ پھر رومیوں نے مصر و شام اور شمالی حجاز پر قبضہ کر کے ان کی تجارت کے بحری راستے کو مخدوش کر دیا اور اس طرح انکی تجارت رفتہ رفتہ تباہ ہو گئی۔ ادھر قحطانی قبائل خود بھی باہم دست ڈگریاں تھے۔ ان حالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ قحطانی قبائل اپنا وطن چھوڑ چھوڑ کر ادھر ادھر پراگندہ ہو گئے۔

۴۔ ۳۳۰ ق م کے بعد سے آغاز اسلام تک کا دور۔ اس دور میں یمن کے اندر مسلسل اضطراب و انتشار برپا رہا۔ انقلابات آئے، خانہ جنگیاں ہوئیں اور بیرونی قوموں کو مداخلت کے مواقع ہاتھ آئے حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ یمن کی آزادی سلب ہو گئی۔ چنانچہ یہی دور ہے جس میں رومیوں نے عدنان پر فوجی تسلط قائم کیا اور ان کی مدد سے حبشیوں نے حمیر و ہمدان کی باہمی کشاکش کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ۳۳۰ ق م میں پہلی بار یمن پر قبضہ کیا جو ۳۳۰ ق م تک برقرار رہا۔ اس کے بعد یمن کی آزادی تو بحال ہو گئی مگر مآرب کے مشہور بند میں رخنے پڑنا شروع ہو گئے یہاں تک کہ بالآخر ۳۲۵ ق م یا ۳۲۵ ق م میں بند ٹوٹ گیا اور وہ عظیم سیلاب آیا جس کا ذکر قرآن مجید (سورہ سبا) میں سیل عظیم کے نام سے کیا گیا ہے۔ یہ بڑا زبردست حادثہ تھا۔ اس کے نتیجے میں بستیوں کی بستیاں ویران ہو گئیں اور بہت سے قبائل ادھر ادھر بکھر گئے۔

پھر ۶۲۳ ق م میں ایک اور سنگین حادثہ پیش آیا یعنی یمن کے یہودی بادشاہ ذونواس نے نجران کے عیسائیوں پر ایک میہیت ناک حملہ کر کے انہیں عیسائی مذہب چھوڑنے پر مجبور کرنا چاہا اور جب وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے تو ذونواس نے خندقیں کھدوا کر انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے لاقوں میں جھونک دیا۔ قرآن مجید نے سورہ بردج کی آیات خُتِلَ الْأَنْعَابُ الْأَنْعَابُ فِي الْأَرْضِ مِمَّا وَرَاءَهُمْ فِي سُبْحَانَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ اسے لرزہ خیز واقعے کی نظر اشارہ کیا ہے۔ اس واقعے کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیت، جو رومی بادشاہوں کی قیادت میں بلاد عرب کی فتوحات اور توسیع پسندی کے لیے پہلے ہی سے پست و چابکدست تھی، انتقام لینے پر تیار ہو گئی اور حبشیوں کو یمن پر حملے کی ترغیب دیتے ہوئے انہیں بحری بیڑہ مہیا کیا۔ حبشیوں نے رومیوں کی شہ

پاکر ۵۲۵ء میں اریاط کی زیر قیادت ستر ہزار فوج سے مین پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ قبضہ کے بعد ابتداءً تو شاہ حبش کے گورنر کی حیثیت سے اریاط نے مین پر حکمرانی کی لیکن پھر اس کی فوج کے ایک ماتحت کمانڈر ابرہہ نے اسے قتل کر کے خود اقتدار پر قبضہ کر لیا اور شاہ حبش کو بھی اپنے اس تصرف پر راضی کر لیا۔

یہ وہی ابرہہ ہے جس نے بعد میں خانہ کعبہ کو ڈھانے کی کوشش کی اور ایک لشکر خراج کے علاوہ چند ہاتھیوں کو بھی فوج کشی کیلئے ساتھ لایا جس کی وجہ سے یہ لشکر اصحاب فیل کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ادھر واقعہ فیل میں حبشیوں کی جو تباہی ہوئی اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اہل مین نے حکومت فارس سے مدد مانگی اور حبشیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے سیف ذی یزن حیرری کے بیٹے معدی کرب کی قیادت میں حبشیوں کو ٹلک سے نکال باہر کیا اور ایک آزاد و خود مختار قوم کی حیثیت سے معدی کرب کو اپنا بادشاہ منتخب کر لیا۔ یہ ۵۷۵ء کا واقعہ ہے۔

آزادی کے بعد معدی کرب نے کچھ حبشیوں کو اپنی خدمت اور شاہی بلو کی زینت کے لیے روک لیا۔ لیکن یہ شوق مہنگا ثابت ہوا۔ ان حبشیوں نے ایک روز معدی کرب کو دھوکے سے قتل کر کے ذی یزن کے خاندان سے حکمرانی کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل کر دیا۔ ادھر کسریٰ نے اس صورت حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے صنعا پر ایک فارسی ائٹل گورنر مقرر کر کے مین کو فارس کا ایک صوبہ بنا لیا اس کے بعد مین پر یکے بعد دیگرے فارسی گورنروں کا تقرر ہوتا رہا یہاں تک کہ آخری گورنر باذان نے ۶۲۸ء میں اسلام قبول کر لیا اور اس کے ساتھ ہی مین فارسی اقتدار سے آزاد ہو کر اسلام کی عملداری میں آ گیا۔

عراق اور اس کے نواحی علاقوں پر کوروش کبیر دُخورس یا سائرس ذوالقرنین
حیرہ کی بادشاہی ۵۵۷ء ق م — ۵۲۹ء ق م کے زمانے ہی سے اہل فارس کی حکمرانی چلی
 آرہی تھی۔ کوئی نہ تھا جو ان کے برعکس آنے کی جرأت کرتا یہاں تک کہ ۳۲۶ ق م میں سکندر مقدونی نے دارا اول کو شکست دے کر فارسیوں کی طاقت توڑ دی جس کے نتیجے میں ان کا ملک ٹکڑے ٹکڑے

۱۔ مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے تاریخ ارض القرآن جلد اول میں صفحہ ۱۳۳ سے خاتمہ کتاب تک مختلف تاریخی شواہد کی روشنی میں قوم سب کے حالات بڑی بسط و تفصیل سے رقم فرماتے ہیں۔ مولانا مودودی نے تفہیم القرآن ۱۹۵۳-۱۹۸ میں کچھ تفصیلات جمع کی ہیں لیکن تاریخی ماخذ میں سنہین وغیرہ کے سلسلے میں بڑے اختلافات ہیں حتیٰ کہ بعض محققین نے ان تفصیلات کو پہلوں کا افسانہ قرار دیا ہے۔

ہو گیا اور طوائف الملوک کی شروع ہو گئی۔ یہ انتشار ۲۳۳ء تک جاری رہا اور اسی دوران قحطانی قبائل نے ترک وطن کر کے عراق کے ایک بہت بڑے شاداب سرحدی علاقے پر بود و باش اختیار کی۔ پھر عدنانی تارکین وطن کا ریلا آیا اور انہوں نے لڑ بھڑ کر جزیرہ فراتیہ کے ایک حصے کو اپنا مسکن بنایا۔ ادر ۲۲۶ء میں اُردشیر نے جب ساسانی حکومت کی داغ بیل ڈالی تو رفتہ رفتہ فارسیوں کی طاقت ایک بار پھر پلٹ آئی۔ اُردشیر نے فارسیوں کی تیرازہ بندی کی اور اپنے ملک کی سرحد پر آباد عربوں کو زیر کیا۔ اسی کے نتیجے میں قضاغہ نے ملک شام کی راہ لی، جبکہ حیرہ اور انبار کے عرب باشندوں نے باجگذار بننا گوارا کیا۔

اُردشیر کے عہد میں حیرہ، بادۃ العراق اور جزیرہ کے ربیع اور مُضری قبائل پر جزیہ اوصول کی حکمرانی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُردشیر نے محسوس کر لیا تھا کہ عرب باشندوں پر براہ راست حکومت کرنا اور انہیں سرحد پر لوٹ مار سے باز رکھنا ممکن نہیں بلکہ اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ خود کسی ایسے عرب کو ان کا حکمران بنا دیا جائے جسے اپنے کنبے قبیلے کی حمایت و تائید حاصل ہو۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ بوقت ضرورت رومیوں کے خلاف ان سے مدد لی جاسکے گی اور شام کے روم نواز عرب حکمرانوں کے مقابل عراق کے ان عرب حکمرانوں کو کھڑا کیا جاسکے گا۔

شاہان حیرہ کے پاس فارسی فوج کی ایک یونٹ ہمیشہ رہا کرتی تھی جس سے بادۃ نشین عرب باغیوں کی سرکوبی کا کام لیا جاتا تھا۔

۲۶۵ء کے عرصے میں جزیہ فوت ہو گیا اور عمرو بن عدی بن نصر لُحئی اس کا جانشین ہوا۔ یہ قبیلہ لُحیم کا پہلا حکمران تھا اور شلیبور اُردشیر کا ہم عصر تھا۔ اس کے بعد قباذ بن فیروز کے عہد تک حیرہ پر لُحیوں کی مسلسل حکمرانی رہی۔ قباذ کے عہد میں مُزُذک کا ظہور ہوا جو اباحیت کا علمبردار تھا۔ قباذ اور اس کی بہت سی رعایا نے مُزُذک کی ہمنوائی کی۔ پھر قباذ نے حیرہ کے بادشاہ منذر بن مار السامر کو پیغام بھیجا کہ تم بھی یہی مذہب اختیار کر لو۔ منذر بڑا غیرت مند تھا انکار کر بیٹھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قباذ نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ مُزُذک کی دعوت کے ایک پیروکار حارث بن عمرو بن حجر کندی کو حیرہ کی حکمرانی سونپ دی۔

قباذ کے بعد فارس کی باگ ڈور کسریٰ نوشیرواں کے ہاتھ آئی۔ اسے اس مذہب سے سخت نفرت تھی۔ اس نے مُزُذک اور اس کے ہمنواؤں کی ایک بڑی تعداد کو قتل کروا دیا۔ منذر کو دوبارہ حیرہ کا حکمران بنایا اور حارث بن عمرو کو اپنے ہاں بلا بھیجا لیکن وہ نہ تو کلب کے علاقے میں بھاگ گیا اور وہیں اپنی زندگی گزار دی۔

منذر بن ابی اسحاق کے بعد نعمان بن منذر کے عہد تک حیرہ کی حکمرانی اسی کی نسل میں چلتی رہی، پھر زید بن عدی عبادی نے کسریٰ سے نعمان بن منذر کی جھوٹی شکایت کی۔ کسریٰ بھڑک اٹھا اور نعمان کو اپنے پاس طلب کیا۔ نعمان چپکے سے بنو شیبان کے سردار ہانی بن مسعود کے پاس پہنچا اور اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کو اس کی امانت میں دے کر کسریٰ کے پاس گیا۔ کسریٰ نے اسے قید کر دیا اور وہ قید ہی میں فوت ہو گیا۔

ادھر کسریٰ نے نعمان کو قید کرنے کے بعد اس کی جگہ ایاس بن قبیسہ طائی کو حیرہ کا حکمران بنایا اور اسے حکم دیا کہ ہانی بن مسعود سے نعمان کی امانت طلب کرے۔ ہانی غیرت مند تھا اس نے صرف انکار ہی نہیں کیا۔ بلکہ اعلان جنگ بھی کر دیا۔ پھر کیا تھا، ایاس اپنے جلو میں کسریٰ کے لاؤ لشکر اور مرزبانوں کی جماعت لے کر روانہ ہوا اور ذی قار کے میدان میں فریقین کے درمیان گھسان کی جنگ ہوئی جس میں بنو شیبان کو فتح حاصل ہوئی اور فارسیوں نے شرمناک شکست کھائی۔ یہ پہلا موقع تھا جب عرب نے عجم پر فتح حاصل کی تھی۔ یہ واقعہ نبی ﷺ کی پیدائش کے تھوڑے ہی دنوں بعد کا ہے۔ آپ ﷺ کی پیدائش حیرہ پر ایاس کی حکمرانی کے آٹھویں مہینہ میں ہوئی تھی۔

ایاس کے بعد کسریٰ نے حیرہ پر ایک فارسی حاکم مقرر کیا لیکن ۶۳۲ء میں لخمیوں کا اقتدار پھر بحال ہو گیا اور منذر بن معدی کالی نامی اس قبیلے کے ایک شخص نے باگ ڈور سنبھالی، مگر ابھی اس کو بر اقتدار آئے صرف آٹھ ماہ ہوئے تھے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اسلام کا یل رواں لے کر حیرہ میں داخل ہو گئے۔

جس زمانے میں عرب قبائل کی ہجرت زوروں پر تھی قبیلہ قضاعہ کی چند شاخیں **شام کی بادشاہی** حدود شام میں آکر آباد ہو گئیں۔ ان کا تعلق بنی سلیم بن حلوان سے تھا اور ان ہی میں ایک شاخ بنو ضحیم بن سلیم تھی جسے ضحیماء کے نام سے شہرت حاصل ہوئی۔ قضاعہ کی اس شاخ کو یوں نے صحرائے عرب کے بدوؤں کی ٹوٹ مار روکنے اور فارسیوں کے خلاف استعمال کرنے کے لیے اپنا ہمنوا بنایا اور اسی کے ایک فرد کے سر پر حکمرانی کا تاج رکھ دیا۔ اس کے بعد مدتوں ان کی حکمرانی رہی۔ ان کا مشہور ترین بادشاہ زیاد بن ہولہ گذرا ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ ضحیماء کا دور حکومت پوری دوسری صدی عیسوی پر محیط رہا ہے۔ اس کے بعد اس دیار میں آل غسان کی آمد آمد ہوئی اور ضحیماء کی حکمرانی جاتی رہی۔ آل غسان نے بنو ضحیم کو شکست دے کر ان کی ماری قلمرو پر قبضہ کر لیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر یوں نے بھی آل غسان کو دیار شام کے عرب باشندوں کا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ آل غسان کا پایہ تخت دومت البطل

تھا۔ اور رومیوں کے آلہ کار کی حیثیت سے دیارِ شام پر ان کی عمرانی مسلسل قائم رہی تا آنکہ خلافتِ فاروقی میں ۳۳ھ میں یزید بن مویز کی جنگِ یش آئی اور آلِ غنم کا آخری حکمران جبذہ بن اہیم حلقہ بگوشِ اسلام ہو گیا۔ (اگرچہ اس کا غرورِ اسلامی مساوات کو زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکا۔ اور وہ مرتد ہو گیا۔)

یہ بات تو معروف ہے کہ مکہ میں آبادی کا آغاز حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوا۔ آپ نے ۳۴ سال کی عمر پائی تھی اور تاحیات مکہ کے سربراہ اور بیت اللہ کے متولی

حجاز کی امارت

رہے۔ آپ کے بعد آپ کے دو صاحبزادگان — نابت پھر قیدار، یا قیدار پھر نابت — یکے بعد دیگرے مکہ کے والی ہوئے۔ ان کے بعد ان کے نانا مضاض بن عمرو جزہمی نے زمامِ کار اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس طرح مکہ کی سربراہی بنو جرہم کی طرف منتقل ہو گئی اور ایک عرصے تک انہیں کے ہاتھ میں رہی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام چونکہ اپنے والد کے ساتھ بل کہ بیت اللہ کے بانی و معمار تھے اس لیے ان کی اولاد کو ایک باوقار مقام ضرور حاصل رہا، لیکن اقتدار و اختیار میں ان کا کوئی حصہ نہ تھا۔

پھر دن پر دن اور سال پر سال گذرتے گئے لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد گوشہ نگہانی سے نہ نکل سکی، یہاں تک کہ بختِ نصر کے ظہور سے کچھ پہلے بنو جرہم کی طاقت کمزور پڑ گئی اور مکہ کے افق پر عدنان کا سیاسی ستارہ جگمگانا شروع ہوا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ بختِ نصر نے ذاتِ بترق میں عربوں سے جو معرکہ آرائی کی تھی اس میں عرب فوج کا کمانڈر جرہمی نہ تھا۔

پھر بختِ نصر نے جب ۵۸۶ ق م میں دوسرا حملہ کیا تو بنو عدنان بھاگ کر یمن چلے گئے۔ اس وقت بنو اسرائیل کے نبی حضرت یزعیہ تھے۔ وہ عدنان کے بیٹے معد کو اپنے ساتھ ملکِ شام لے گئے اور جب بختِ نصر کا زور ختم ہوا اور معد مکہ آئے تو انہیں مکہ میں قبیلہ جرہم کا صرف ایک شخص جرہم بن جہلم ملا۔ معد نے اس کی لڑکی معانہ سے شادی کی اور اسی کے بطن سے نزار پیدا ہوا۔

اس کے بعد مکہ میں جرہم کی حالت خراب ہوتی گئی۔ انہیں تنگ دستی نہ آگھیرا، نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے زائرینِ بیت اللہ پر زیادتیاں شروع کر دیں اور خانہ کعبہ کا مال کھانے سے بھی دریغ نہ کیا۔ ادھر بنو عدنان اندر ہی اندر ان کی حرکتوں پر کڑھتے اور بھڑکتے رہے اسی لیے جب بنو خزاعہ

۴۱۰ محاضراتِ خضریٰ ۱/۳۲، تاریخِ ارض القرآن ۲/۸۰-۸۲

۴۱۱ پیدائش (مجموعہ بائبل، ۲۵: ۱۷) ۱۷۰: ۲۵ ۱۷۰: ۲۵ ۱۷۰: ۲۵

۴۱۲ ایضاً ایضاً بنو ہشام ۱۱۱/۱-۱۱۳، ابن ہشام نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے صرف نابت کی تولد کا ذکر کیا ہے۔

۴۱۳ قلبِ جزیرہ العرب ص ۲۳۰ - ۲۳۱ رحمتہ للعالمین ۲/۲۸۶ ۲۸۶ قلبِ جزیرہ العرب، ص ۲۳۱

نے مرنے والے میں پڑاؤ کیا اور دیکھا کہ بنو عدنان بنو جرہم سے نفرت کرتے ہیں تو اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک عدنانی قبیلے بنو بکر بن عبد مناف بن کنانہ کو ساتھ لے کر بنو جرہم کے خلاف جنگ چھیڑ دی اور انہیں مکہ سے نکال کر اقدار پر خود قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ دوسری صدی عیسوی کے وسط کا ہے۔ بنو جرہم نے مکہ چھوڑتے وقت زمزم کا کنواں پاٹ دیا اور اس میں کئی تاریخی چیزیں دفن کر کے اس کے نشانات بھی مٹا دیئے۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ عمرو بن عارث بن مضاض جرہمی نے خانہ کعبہ کے دونوں نلے اور اس کے کونے میں لگا ہوا پتھر — حجر اسود — نکال کر زمزم کے کنویں میں دفن کر دیا اور اپنے قبیلہ بنو جرہم کو ساتھ لے کر یمن چلا گیا۔ بنو جرہم کو مکہ سے جلا وطنی اور وہاں کی حکومت سے محروم ہونے کا بڑا قلق تھا چنانچہ عمرو مذکور نے اسی سلسلے میں یہ اشعار کہے۔

كان لعمرك بين الحجون الى الصفا انيس ولو يسمر بمكة سامر
بلى نحن كئنا اهلبا فابادنا صروف الليلي والمجدود العواشر

”لگتا ہے حجون سے صفا تک کوئی آشنا تھا ہی نہیں اور نہ کسی قصہ گو نے مکہ کی شبانہ محفلوں میں قصہ گوئی کی۔ کیوں نہیں! یقیناً ہم ہی اس کے باشندے تھے لیکن زمانے کی گردشوں اور ٹوٹی ہوئی قسمتوں نے ہمیں اُبار ڈھینکا۔“

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا زمانہ تقریباً دو ہزار برس قبل مسیح ہے۔ اس حساب سے مکہ میں قبیلہ جرہم کا وجود کوئی دو ہزار ایک سو برس تک رہا اور ان کی حکمرانی لگ بھگ دو ہزار برس تک رہی۔ بنو خزاعہ نے مکہ پر قبضہ کرنے کے بعد بنو بکر کو شامل کئے بغیر تنہا اپنی حکمرانی قائم کی، البتہ تین اہم اور امتیازی مناصب ایسے تھے جو مضر بن قباہل کے حصے میں آئے۔

۱۔ عایجیوں کو عرفات سے مزدلفہ لے جانا اور یوم النفر — ۱۳ رذی الحجہ کو جو کہ حج کے سلسلہ کا آخری دن ہے — منیٰ سے روانگی کا پروانہ دینا۔ یہ اعزاز الیاس بن مضر کے خاندان بنو خزاعہ بن مرہ کو حاصل تھا جو صوفہ کہلاتے تھے۔ اس اعزاز کی توضیح یہ ہے کہ ۱۳ رذی الحجہ کو حاجی کنکری نہ مار سکتے تھے جب تک کہ پہلے صوفہ کا ایک ایک آدمی کنکری نہ مار لیتا۔ پھر حاجی کنکری مار کر فارغ ہو جاتے اور منیٰ سے

۱۴۔ یہ وہ مضاض جرہمی نہیں ہے جس کا ذکر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعے میں گذر چکا ہے۔
۱۵۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ اہل فارس پچھلے دور میں خانہ کعبہ کے لیے اموال و جواہرات بھیجتے رہتے تھے۔ مسلمان بن بابک نے لکھا ہے کہ بنو خزاعہ نے دو ہزار اور بہت سا سونا بھیجا تھا۔ عمرو نے یہ سب نعمتیں لے لیں یا تھا۔ (مروج الذهب ۱/۲۰۵)
۱۶۔ ابن ہشام ۱/۱۱۴، ۱۱۵۔

اور بنو خزاعہ کے کچھ لوگوں سے گفتگو کی کہ کیوں نہ بنو خزاعہ اور بنو بکر کو مکہ سے نکال باہر کیا جائے۔ ان لوگوں نے اس کی رائے سے اتفاق کیا۔

دوسرا بیان یہ ہے کہ — خزاعہ کے بقول — خود حُلیل نے قُصَی کو وصیت کی تھی کہ وہ کعبہ کی نگہداشت کرے گا اور مکہ کی باگ ڈور سنبھالے گا۔

تیسرا بیان یہ ہے کہ حُلیل نے اپنی بیٹی جی کو بیت اللہ کی تولیت سونپی تھی اور ابو عبشان خزاعی کو اس کا وکیل بنایا تھا۔ چنانچہ جی کے نائب کی حیثیت سے وہی خانہ کعبہ کا کلید بردار تھا جب حُلیل کا انتقال ہو گیا تو قُصَی نے ابو عبشان سے ایک مشک شراب کے بدلے کعبہ کی تولیت خرید لی لیکن خزاعہ نے یہ خرید و فروخت منظور نہ کی اور قُصَی کو بیت اللہ سے روکنا چاہا۔ اس پر قُصَی نے بنو خزاعہ کو مکہ سے نکالنے کے لیے قریش اور بنو کنانہ کو جمع کیا اور وہ قُصَی کی آواز پر بیک کہتے ہوئے حُلیل سے ہٹ گئے۔

بہر حال وجہ جو بھی ہو، واقعات کا سلسلہ اس طرح ہے کہ جب حُلیل کا انتقال ہو گیا اور صوفہ نے وہی کرنا چاہا جو وہ ہمیشہ کرتے آئے تھے تو قُصَی نے قریش اور کنانہ کے لوگوں کو ہمراہ لیا اور عقبہ کے نزدیک جہاں وہ جمع تھے ان سے آکر کہا کہ تم سے زیادہ ہم اس اعزاز کے حقدار ہیں۔ اس پر صوفہ نے لڑائی چھیڑ دی مگر قُصَی نے انہیں مغلوب کر کے ان کا اعزاز چھین لیا۔ یہی موقع تھا جب خزاعہ اور بنو بکر نے قُصَی سے دامن کشی اختیار کر لی۔ اس پر قُصَی نے انہیں بھی للکارا، پھر کیا تھا، فریقین میں سخت جنگ چھڑ گئی اور طرفین کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ اس کے بعد صلح کی آوازیں بلند ہوئیں اور بنو بکر کے ایک شخص یَعْمَر بن عوف کو حکم بنایا گیا۔ یَعْمَر نے فیصلہ کیا کہ خزاعہ کے بجائے قُصَی خانہ کعبہ کی تولیت اور مکہ کے اقتدار کا زیادہ حقدار ہے۔ نیز قُصَی نے جتنا خون بہایا ہے سب رائیگاں قرار دے کر پاؤں تلے روند رہا ہوں۔ البتہ خزاعہ اور بنو بکر نے جن لوگوں کو قتل کیا ہے ان کی دیت ادا کریں اور خانہ کعبہ کو بلا روک ٹوک قُصَی کے حوالہ کریں۔ اسی فیصلے کی وجہ سے یَعْمَر کا لقب شَدَاخ پڑ گیا۔ شَدَاخ کے معنی ہیں پاؤں تلے روندنے والا۔ اس فیصلے کے نتیجے میں قُصَی اور قریش کو مکہ پر مکمل نفوذ اور سیادت حاصل ہو گئی، اور قُصَی بیت اللہ

- ۱- ایسا۔ یعنی فال گیری اور قسمت دریافت کرنے کے لیے بتوں کے پاس جو تیر رکھے رہتے تھے ان کی تولیت۔ یہ منصب بنو جحج کو حاصل تھا۔
- ۲- مالیات کا نظم۔ یعنی بتوں کے تقرب کے لیے جو نذرانے اور قربانیاں پیش کی جاتی تھیں ان کا انتظام کرنا، نیز جھگڑے اور مقدمات کا فیصلہ کرنا۔ یہ کام بنو سہم کو سونپا گیا تھا۔
- ۳- شوری۔ یہ اعزاز بنو اسد کو حاصل تھا۔
- ۴- اشاق۔ یعنی دیت اور جرمانوں کا نظم۔ اس منصب پر بنو شیم فائز تھے۔
- ۵- عقاب۔ یعنی قومی پرچم کی علمبرداری۔ یہ بنو اُمیہ کا کام تھا۔
- ۶- قبہ۔ یعنی فوجی کیمپ کا انتظام اور شہسواروں کی قیادت۔ یہ بنو مخزوم کے حصے میں آیا تھا۔
- ۷- سفارت۔ بنو عدی کا منصب تھا۔

بقیہ عرب سرداریاں ہم پچھلے صفحات میں قحطانی اور عدنانی قبائل کے ترکِ وطن کا ذکر چکے ہیں اور بتلا چکے ہیں کہ پورا ملک عرب ان قبائل کے درمیان تقسیم ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ان کی امارتوں اور سرداریوں کا نقشہ کچھ یوں تھا کہ جو قبائل حیرہ کے ارد گرد آباد تھے انہیں حکومت حیرہ کے تابع مانا گیا۔ اور جن قبائل نے بادیہ الشام میں سکونت اختیار کی تھی انہیں غسانی حکمرانوں کے تابع قرار دیا گیا مگر یہ ماتحتی صرف نام کی تھی، عملاً نہ تھی۔ ان دو مقامات کو چھوڑ کر اندرون عرب آباد قبائل بہر طور آزاد تھے۔

ان قبائل میں سرداری نظام رائج تھا۔ قبیلے خود اپنا سردار مقرر کرتے تھے۔ اور ان سرداروں کے لیے ان کا قبیلہ ایک مختصر سی حکومت ہوا کرتا تھا۔ سیاسی وجود و تحفظ کی بنیاد، قبائلی وحدت پر مبنی عصبیت اور اپنی سرزمین کی حفاظت و دفاع کے مشترکہ مفادات تھے۔

قبائلی سرداروں کا درجہ اپنی قوم میں بادشاہوں جیسا تھا، قبیلہ صلح و جنگ میں بہر حال اپنے سردار کے فیصلے کے تابع ہوتا تھا اور کسی حال میں اس سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتا تھا۔ بڑا رُو وہی مطلق العنانی اور استبداد حاصل تھا جو کسی ڈکٹیٹر کو حاصل ہوا کرتا ہے حتیٰ کہ بعض سرداروں کا یہ حال تھا کہ اگر وہ بگڑ جاتے تو ہزاروں تلواریں یہ پوچھے بغیر بے نیام ہو جاتیں کہ سردار کے غصے کا سبب کیا ہے۔

تاہم چونکہ ایک ہی کنبے کے چچیرے بھائیوں میں سرداری کے لیے کشاکش بھی ہو کرتی تھی اس لیے اس کا تقاضا تھا کہ سردار اپنے قبائلی عوام کے ساتھ رواداری بہتے۔ خوب مال خرچ کرے مہمان نوازی میں پیش پیش رہے، کرم و بڑبڑاری سے کام لے، شجاعت کا عملی مظاہرہ کرے اور غیر متندانہ امور کی طرف سے دفاع کرے تاکہ لوگوں کی نظر میں عموماً، اور شعرا کی نظر میں خصوصاً خوبی و کمالات کا جامع بن جائے۔ کیونکہ شعراء اس دور میں قبیلے کی زبان ہو کرتے تھے، اور اس طرح سردار اپنے ہر مقابل حضرات سے بلند و بالا درجہ حاصل کر لے۔

سرداروں کے کچھ مخصوص اور امتیازی حقوق بھی ہو کرتے تھے جنہیں ایک شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

لک المرباع فینا والصفایا وحکمک والنشیطة والفضول

”ہمارے درمیان تمہارے لیے مال غنیمت کا چوتھائی ہے اور منتخب مال ہے اور وہ

مال ہے جس کا تم فیصلہ کر دو اور جو سر راہ ہاتھ آجائے۔ اور جو تقسیم سے بچ رہے“

مرباع: مال غنیمت کا چوتھائی حصہ۔

صفی: وہ مال جسے تقسیم سے پہلے ہی سردار اپنے لیے منتخب کر لے۔

نشیطہ: وہ مال جو اصل قوم تک پہنچنے سے پہلے راستے ہی میں سردار کے ہاتھ لگ جائے۔

فضول: وہ مال جو تقسیم کے بعد بچ رہے اور غازیوں کی تعداد پر برابر تقسیم نہ ہو۔ مثلاً تقسیم سے بچے

ہوئے اونٹ گھوڑے وغیرہ ان سب اقسام کے مال سردار قبیلہ کا حق ہو کرتے تھے۔

سیاسی حالت | جزیرۃ العرب کی حکومتوں اور حکمرانوں کا ذکر ہو چکا ہے۔ بجا نہ ہو گا کہ اب ان کے کسی

قدر سیاسی حالات بھی ذکر کر دیئے جائیں۔

جزیرۃ العرب کے وہ تینوں سرحدی علاقے جو غیر ممالک کے پڑوس میں پڑتے تھے ان کی

سیاسی حالت سخت اضطراب و انتشار اور انتہائی زوال و انحطاط کا شکار تھی۔ انسان، مالک اور غلام

یا حاکم اور محکوم کے دو طبقوں میں بٹا ہوا تھا۔ ساسے فوائد سربراہوں — اور خصوصاً غیر ملکی سربراہوں

کو حاصل تھے اور سارا بوجھ غلاموں کے سر تھا۔ اسے زیادہ واضح الفاظ میں یوں کہا جاسکتا

ہے کہ رعایا درحقیقت ایک کھیتی تھی جو حکومت کے لیے محاصل اور آمدنی فراہم کرتی تھی اور حکومتیں

اسے لذتوں، شہوتوں، عیش رانی اور ظلم و جور کے لیے استعمال کرتی تھیں۔ اور ان

پر ہر طرف سے ظلم کی بارش ہو رہی تھی۔ مگر وہ حرف شکایت زبان پر نہ لاسکتے تھے۔

بلکہ ضروری تھا کہ طرح طرح کی ذلت و رسوائی اور ظلم و چیرہ دستی برداشت کریں اور زبان بند رکھیں، کیونکہ جبر و استبداد کی حکمرانی تھی اور انسانی حقوق نام کی کسی چیز کا کہیں کوئی وجود نہ تھا۔ ان علاقوں کے پڑوس میں رہنے والے قبائل تذبذب کا شکار تھے۔ انہیں اغراض و خواہشات ادھر سے ادھر، اور ادھر سے ادھر پھینکتی رہتی تھیں۔ کبھی وہ عراقیوں کے ہمنوا ہو جاتے تھے اور کبھی شامیوں کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔

جو قبائل اندرونِ عرب آباد تھے ان کے بھی جوڑ ڈھیلے اور شیرازہ منتشر تھا۔ ہر طرف قبائلی جھگڑوں، نسلی فسادات اور مذہبی اختلافات کی گرم بازاری تھی، جس میں ہر قبیلے کے افراد بہ صورت اپنے اپنے قبیلے کا ساتھ دیتے تھے خواہ وہ حتیٰ پر ہو یا باطل پر۔ چنانچہ ان کا ترجمان کہتا ہے

وَمَا آتَا الْإِمْنُ غَزِيَّةً إِنْ غَوَتْ غَوَيْتُ، وَلَنْ تَوْشِدَ غَزِيَّةً أَرْشِدُ

”میں بھی تو قبیلہ غزیہ ہی کا ایک فرد ہوں۔ اگر وہ غلط راہ پر چلے گا تو میں بھی غلط راہ پر چلوں گا اور اگر وہ صحیح راہ پر چلے گا تو میں بھی صحیح راہ پر چلوں گا“

اندرونِ عرب کوئی بادشاہ نہ تھا جو ان کی آواز کو قوت پہنچاتا اور نہ کوئی مرجع ہی تھا جس کی طرف مشکلات و شدائد میں رجوع کیا جاتا اور جس پر دقت پڑنے پر اعتماد کیا جاتا۔

ہاں حجاز کی حکومت کو قدر و احترام کی نگاہ سے یقیناً دیکھا جاتا تھا اور اسے مرکزِ دین کا قائد و پاسبان بھی تصور کیا جاتا تھا۔ یہ حکومت درحقیقت ایک طرح کی ذمیوی قیادت اور دینی پیشوائی کا معجون مرکب تھی۔ اسے اہل عرب پر دینی پیشوائی کے نام سے بالادستی حاصل تھی اور حرم اور لہذا حرم پر اس کی باقاعدہ حکمرانی تھی۔ وہی زائرین بیت اللہ کی ضروریات کا انتظام اور شریعت پر ایہی کے احکام کا نفاذ کرتی تھی اور اس کے پاس پارلیمانی اداروں جیسے ادارے اور تشکیلات بھی تھیں۔ لیکن یہ حکومت اتنی کمزور تھی کہ اندرونِ عرب کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہ رکھتی تھی جیسا کہ حبشیوں کے حملے کے موقع پر ظاہر ہوا۔

عرب۔ ادیان و مذاہب

عام باشندگان عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں دین ابراہیمی کے پیرو تھے، اس لیے صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے اور توحید پر کار بند تھے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے خدائی درس و نصیحت کا ایک حصہ بھلا دیا۔ پھر بھی ان کے اندر توحید اور کچھ دین ابراہیمی کے شعائر باقی رہے، تا آنکہ بنو خزاعہ کا سردار عمرو بن لُحی منظر عام پر آیا۔ اس کی نشوونما بڑی نیکو کاری، صدقہ و خیرات اور دینی امور سے گہری دلچسپی پر ہوئی تھی، اس لیے لوگوں نے اسے محبت کی نظر سے دیکھا اور اسے اکابر علماء اور افاضل اولیاء میں سے سمجھ کر اس کی پیروی کی۔ پھر اس شخص نے مکہ شام کا سفر کیا۔ دیکھا تو وہاں بتوں کی پوجا کی جا رہی تھی۔ اس نے سمجھا کہ یہ بھی بہت سداور برحق ہے کیونکہ مکہ شام پیغمبروں کی سرزمین اور آسمانی کتابوں کی نزول گاہ تھی۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھ ہُبل بت بھی لے آیا۔ اور اسے خانہ کعبہ کے اندر نصب کر دیا اور اہل مکہ کو اللہ کے ساتھ شرک کی دعوت دی۔ اہل مکہ نے اس پر بیک کہا۔ اس کے بعد بہت جلد باشندگان حجاز بھی اہل مکہ کے نقش قدم پر چل پڑے، کیونکہ وہ بیت اللہ کے والی اور حرم کے باشندے تھے۔ اس طرح عرب میں بت پرستی کا آغاز ہوا۔

ہُبل کے علاوہ عرب کے قدیم ترین بتوں میں سے مناتہ ہے۔ یہ بحر احمر کے ساحل پر قدیم کے قریب شُثل میں نصب تھا۔ اس کے بعد طاعت میں لاث نامی بت وجود میں آیا۔ پھر وادی نخلہ میں عوی کی تنصیب عمل میں آئی۔ یہ تینوں عرب کے سب سے بڑے بت تھے۔ اس کے بعد حجاز کے ہر خطے میں شرک کی کثرت اور بتوں کی بھرمار ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک جن عمرو بن لُحی کے تابع تھا۔ اس نے بتایا کہ قوم نوح کے بت — یعنی وِدّ، سواع، یغوث، یعوثق اور نسر — جدہ میں مدفون ہیں۔ اس اطلاع پر عمرو بن لُحی جدہ گیا اور ان بتوں کو کھوڑ نکالا۔ پھر انہیں تہامہ لایا اور جب حج کا زمانہ آیا تو انہیں مختلف قبائل کے حوالے کیا۔ یہ قبائل ان بتوں کو اپنے اپنے علاقوں میں

لے گئے۔ اس طرح ہر قبیلے میں، پھر ہر گھر میں ایک ایک بت ہو گیا۔
 پھر مشرکین نے مسجد حرام کو بھی بتوں سے بھر دیا چنانچہ جب مکہ فتح کیا گیا تو بیت اللہ کے
 گرداگرد تین سو ساٹھ بت تھے جنہیں خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے
 توڑا۔ آپ ہر ایک کو چھڑی سے ٹھوکر مارتے جاتے تھے اور وہ گرتا جاتا تھا۔ پھر آپ نے حکم دیا
 اور ان سارے بتوں کو مسجد حرام سے باہر نکال کر جلا دیا گیا۔
 غرض شرک اور بت پرستی اہل جاہلیت کے دین کا سب سے بڑا مظہر بن گئی تھی جنہیں گھنڈھا
 کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں۔

پھر اہل جاہلیت کے یہاں بت پرستی کے کچھ خاص طریقے اور مراسم بھی رائج تھے جو زیادہ
 تر عمرو بن لُحی کی اختراع تھے۔ اہل جاہلیت سمجھتے تھے کہ عمرو بن لُحی کی اختراعات دین ابراہیمی میں تبدیلی
 نہیں بلکہ بدعتِ حسنة ہیں۔ ذیل میں ہم اہل جاہلیت کے اندر رائج بت پرستی کے چند اہم مراسم کا ذکر
 کر رہے ہیں:

۱۔ دور جاہلیت کے مشرکین بتوں کے پاس مجاور بن کر بیٹھتے تھے، ان کی پناہ ڈھونڈتے تھے،
 انہیں زور زور سے پکارتے تھے اور حاجت روائی و مشکل کشائی کے لیے ان سے فریاد اور التجا میں
 کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ وہ اللہ سے سفارش کر کے ہماری مراد پوری کر دیں گے۔
 ۲۔ بتوں کا حج و طواف کرتے تھے، ان کے سامنے عجز و نیاز سے پیش آتے تھے اور انہیں
 سجدہ کرتے تھے۔

۳۔ بتوں کے لیے نذرانے اور قربانیاں پیش کرتے اور قربانی کے ان جانوروں کو کبھی بتوں کے
 آستانوں پر بجا کر ذبح کرتے تھے اور کبھی کسی بھی جگہ ذبح کر لیتے تھے مگر بتوں کے نام پر ذبح کرتے
 تھے۔ ذبح کی ان دونوں صورتوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے۔ ارشاد ہے: وَمَا
 ذُبِحَ عَلَى النَّصَبِ (۳:۵۱) یعنی ”وہ جانور بھی حرام ہیں جو آستانوں پر ذبح کیے گئے ہوں“
 دوسری جگہ ارشاد ہے وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ (۱۳۱:۶) یعنی ”اُس جانور کا
 گوشت مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو“

۴۔ بتوں سے تقرب کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ مشرکین اپنی صوابدید کے مطابق اپنے کھانے پینے

کی چیزوں اور اپنی کھیتی اور چوپائے کی پیداوار کا ایک حصہ بتوں کے لیے خاص کر دیتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کا دلچسپ رواج یہ تھا کہ وہ اللہ کے لیے بھی اپنی کھیتی اور جانوروں کی پیداوار کا ایک حصہ خاص کرتے تھے پھر مختلف اسباب کی بنا پر اللہ کا حصہ تو بتوں کی طرف منتقل کر سکتے تھے لیکن بتوں کا حصہ کسی بھی حال میں اللہ کی طرف منتقل نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ بِرِزْقِهِمْ
وَهَذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ
إِلَى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ○ (۱۳۶:۶)

”اللہ نے جو کھیتی اور چوپائے پیدا کئے ہیں اس کا ایک حصہ انہوں نے اللہ کے لیے مقرر کیا اور کہا یہ اللہ کے لیے ہے۔۔۔ ان کے خیال میں۔۔۔ اور یہ ہمارے شرکاء کے لیے ہے، تو جو ان کے شرکاء کے لیے ہوتا ہے وہ تو اللہ تک نہیں پہنچتا مگر جو اللہ کے لیے ہوتا ہے وہ ان کے شرکاء تک پہنچ جاتا ہے۔ کتنا بُرا ہے وہ فیصلہ جو یہ لوگ کرتے ہیں!“

۵۔ بتوں کے تقرب کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ مشرکین کھیتی اور چوپائے کے اندر مختلف قسم کی چیزیں مانتے تھے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالُوا هَذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حَرَّمَ اللَّهُ لَنَا أَنْ نَطْعَمَ بِهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بِرِزْقِهِمْ وَأَنْعَامٌ
حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ ط (۱۳۸:۶)

”ان مشرکین نے کہا کہ یہ چوپائے اور کھیتیاں ممنوع ہیں۔ انہیں وہی کھا سکتا ہے جسے ہم چاہیں۔۔۔ ان کے خیال میں۔۔۔ اور یہ وہ چوپائے ہیں جن کی بیٹھ حرام کی گئی ہے (نہ ان پر سواری کی جا سکتی ہے نہ سامان لاداجا سکتا ہے) اور کچھ چوپائے ایسے ہیں جن پر یہ لوگ اللہ پر افتراء کرتے ہوئے۔ اللہ کا نام نہیں لیتے۔“

۶۔ ان ہی جانوروں میں بچیرہ، سائبہ، و صیلہ اور حامی تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بچیرہ سائبہ کی بچی کو کہا جاتا ہے۔ اور سائبہ اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جس سے دس بارپے درپے مادہ بچے پیدا ہوں، درمیان میں کوئی تڑنہ پیدا ہو۔ ایسی اونٹنی کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا اس پر سواری نہیں کی جاتی تھی، اس کے بال نہیں کاٹے جاتے تھے۔ اور مہمان کے سوا کوئی اس کا دودھ نہیں پیتا تھا۔ اس کے بعد یہ اونٹنی جو مادہ بچہ بنتی اس کا کان چیر دیا جاتا اور اسے بھی اس کی ماں کے ساتھ آزاد چھوڑ دیا جاتا۔ اس پر سواری نہ کی جاتی۔ اس کا بال نہ کاٹا جاتا۔ اور مہمان کے سوا کوئی اس کا دودھ

نہیں۔ یہی بجیرہ ہے اور اس کی ماں سائبہ ہے۔

دس مادہ پنچے پیدا ہوتے، درمیان میں کوئی نر نہ پیدا ہوتا۔ اس بکری کو اس لیے وصیلہ کہا جاتا تھا کہ وہ سارے مادہ بچوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دیتی تھی۔ اس کے بعد اس بکری سے جو پنچے پیدا ہوتے انہیں صرف مرد کھا سکتے تھے عورتیں نہیں کھا سکتی تھیں۔ البتہ اگر کوئی بچہ مردہ پیدا ہوتا تو اس کو مرد عورت سبھی کھا سکتے تھے۔

حامی اُس نر اونٹ کو کہتے تھے جسکی جنبتی سے پے درپے دس مادہ پنچے پیدا ہوتے، درمیان میں کوئی نر نہ پیدا ہوتا۔ ایسے اونٹ کی پیٹھ محفوظ کر دی جاتی تھی۔ نہ اس پر سواری کی جاتی تھی، نہ اس کا بال کاٹا جاتا تھا۔ بلکہ اسے اونٹوں کے ریڑھ میں جنبتی کے لیے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اور اس کے سوا اس سے کوئی دوسرا فائدہ نہ اٹھایا جاتا تھا۔ دورِ جاہلیت کی بُت پرستی کے ان طریقوں کی ترمیم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ (۱۰۳:۵۱)

” اللہ نے نہ کوئی بجیرہ، نہ کوئی سائبہ، نہ کوئی وصیلہ اور نہ کوئی حامی بنایا ہے لیکن جن لوگوں نے کفر کیا وہ

اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔“

ایک دوسری جگہ فرمایا:

وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَى

أَزْوَاجِنَا وَإِنْ يَكُنْ مَيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ ط (۱۳۹:۶)

” ان مشرکین نے کہا کہ ان چوپایوں کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے

ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ البتہ اگر وہ مردہ ہو تو اس میں مرد عورت

سب شریک ہیں۔“

چوپایوں کی مذکورہ اقسام یعنی بجیرہ، سائبہ وغیرہ کے کچھ دوسرے مطالب بھی بیان

کئے گئے ہیں جو ابن اسحاق کی مذکورہ تفسیر سے قدرے مختلف ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ یہ جانور ان کے طاعنوں کے لیے تھے۔
اور صحیح بخاری میں مرفوعاً مروی ہے کہ عمر بن لُحی پہلا شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر
جانور چھوڑے۔

عرب اپنے بتوں کے ساتھ یہ سب کچھ اس عقیدے کے ساتھ کھتے تھے کہ یہ بت انہیں
اللہ کے قریب کر دیں گے اور اللہ کے حضور ان کی سفارش کر دیں گے۔ چنانچہ قرآن مجید میں
بتایا گیا ہے کہ مشرکین کہتے تھے:

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ط (۳۱۳۹)

”ہم ان کی عبادت محض اس لیے کر رہے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں“

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ

هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ط (۱۸۱۰)

”یہ مشرکین اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ نفع پہنچا سکیں نہ نقصان اور کہتے ہیں کہ

یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں“

مشرکین عرب ازلّام یعنی فال کے تیر بھی استعمال کرتے تھے۔ (ازلّام، زلم کی جمع ہے۔
اور زلم اُس تیر کو کہتے ہیں جس میں پُر نہ لگے ہوں) فال گیری کے لیے استعمال ہونے والے تیر
تین قسم کے ہوتے تھے۔ ایک وہ جن پر صرف ”ہاں“ یا ”نہیں“ لکھا ہوتا تھا۔ اس قسم کے تیر سفر
اور نکاح وغیرہ جیسے کاموں کے لیے استعمال کئے جاتے تھے۔ اگر فال میں ”ہاں“ نکلتا تو مطلوبہ کام
کر ڈالا جاتا اگر ”نہیں“ نکلتا تو سال بھر کے لیے ملتوی کر دیا جاتا اور آئندہ پھر فال نکالی جاتی۔

فال گیری کے تیروں کی دوسری قسم وہ تھی جن پر پانی اور دیت وغیرہ درج ہوتے تھے
اور تیسری قسم وہ تھی جس پر یہ درج ہوتا تھا کہ ”تم میں سے ہے“ یا ”تمہارے علاوہ سے ہے“ یا
”مطلق ہے۔ ان تیروں کا مصرف یہ تھا کہ جب کسی کے نسب میں شبہ ہوتا تو اسے ایک سو اونٹوں
سمیت بئیل کے پاس لے جاتے۔ اونٹوں کو تیر والے مہنت کے حوالے کرتے اور وہ تمام تیروں
کو ایک ساتھ ملا کر گھاتا، جھنجھوڑتا، پھر ایک تیر نکالتا۔ اب اگر یہ نکلتا کہ ”تم میں سے ہے“ تو وہ ان
کے قبیلے کا ایک معزز فرد قرار پاتا اور اگر یہ برآمد ہوتا کہ ”تمہارے غیر سے ہے“ تو حلیف

قرار پاتا اور اگر یہ نکلتا کہ ”طہی“ ہے تو ان کے اندر اپنی حیثیت پر برقرار رہتا، نہ قبیلے کا فرمانا جاتا نہ حلیف کیے۔

اسی سے ملتا جلتا ایک رواج مشرکین میں جو اُکھیلنے اور جوئے کے تیر استعمال کرنے کا تھا۔ اسی تیر کی نشاندہی پر وہ جوئے کا اُونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت بانٹتے تھے۔
مشرکین عرب کاہنوں، عرافوں اور نجومیوں کی خبروں پر بھی ایمان رکھتے تھے۔ کاہن اسے کہتے ہیں جو آنے والے واقعات کی پیش گوئی کرے اور راز ہائے سرستہ سے واقفیت کا عویدار ہو۔ بعض کاہنوں کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ ایک جن ان کے تابع ہے جو انہیں خبریں پہنچاتا رہتا ہے، اور بعض کاہن کہتے تھے کہ انہیں ایسا فہم عطا کیا گیا ہے جس کے ذریعے وہ غیب کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ بعض اس بات کے مدعی تھے کہ جو آدمی ان سے کوئی بات پوچھنے آتا ہے اسکے قول فعل سے یا اس کی حالت سے، کچھ مقدمات اور اسباب کے ذریعے وہ جائے واردات کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ اس قسم کے آدمی کو عراف کہا جاتا تھا۔ مثلاً وہ شخص جو چوری کے مال، چوری کی جگہ اور گم شدہ جانور وغیرہ کا پتہ ٹھکانا بتاتا۔

نجومی اسے کہتے ہیں جو تاروں پر غور کر کے اور ان کی رفتار و اوقات کا حساب لگا کر پتہ لگاتا، کہ دنیا میں آئندہ کیا حالات و واقعات پیش آئیں گے۔ ان نجومیوں کی خبروں کو ماننا درحقیقت بتوں پر ایمان لانا ہے اور تاروں پر ایمان لانے کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ مشرکین عرب پنچھتروں پر ایمان رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم پر فلاں اور فلاں پنچھتر سے بارش ہوتی ہے۔

مشرکین میں بدشگونگی کا بھی رواج تھا۔ اسے عربی میں طیرۃ کہتے ہیں۔ اس کی صورت یہ تھی کہ مشرکین کسی چڑیا یا بہرن کے پاس جا کر اسے بھگاتے تھے۔ پھر اگر وہ داہنے جانب بھاگتا تو اسے اچھائی اور کامیابی کی علامت سمجھ کر اپنا کام کر گزرتے اور اگر بائیں جانب بھاگتا تو اسے نحوست کی علامت سمجھ کر اپنے کام سے باز رہتے۔ اسی طرح اگر کوئی چڑیا یا جانور راستہ کاٹ دیتا تو اسے بھی منحوس سمجھتے۔

۱۰۳۰/۱۰۲۱، ابن ہشام ۵۶/۱،

۱۰۳۰/۱۰۲۱، ابن ہشام ۵۶/۱، اس کا طریقہ یہ تھا کہ جو اُکھیلنے والے ایک اُونٹ ذبح کر کے اسے دس یا اٹھائیس حصوں پر تقسیم کرتے۔ پھر تیروں سے قرعہ اندازی کرتے۔ کسی تیر پر حیت کا نشان بنا ہوتا اور کوئی تیر بے نشان ہوتا۔ جس کے نام پر حیت کے نشان والا تیر نکلتا وہ تو کامیاب مانا جاتا اور اپنا حصہ لیتا اور جس کے نام پر بے نشان تیر نکلتا اسے قیمت دینی پڑتی۔

۱۰۳۰/۱۰۲۱، ابن ہشام ۵۶/۱،

۱۰۳۰/۱۰۲۱، ابن ہشام ۵۶/۱،

اسی سے طتی جلتی ایک حرکت یہ بھی تھی کہ مشرکین، خرگوش کے ٹخنے کی ہڈی لٹکاتے تھے اور بعض دلوں، مہینوں، جانوروں، گھروں اور عورتوں کو منحوس سمجھتے تھے۔ بیماریوں کی چھوت کے قائل تھے اور رُوح کے اُٹو بن جانے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ یعنی ان کا عقیدہ تھا کہ جب تک مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے، اس کو سکون نہیں ملتا اور اس کی رُوح اُٹو بن کر بیابانوں میں گردش کرتی رہتی ہے اور پیاس، پیاس یا مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ، کی صدا لگاتی رہتی ہے۔ جب اس کا بدلہ لیا جاتا ہے تو اسے راحت اور سکون مل جاتا ہے۔

دین ابراہیمی میں قریش کی بدعت

یہ تھے اہل جاہلیت کے عقائد و اعمال، اس کے ساتھ ہی ان کے اندر دین ابراہیمی کے کچھ باقیات بھی تھے۔ یعنی انہوں نے یہ دین پورے طور پر نہیں چھوڑا تھا۔ چنانچہ وہ بیت اللہ کی تعظیم اور اس کا طواف کرتے تھے۔ حج و عمرہ کرتے تھے، عرفات و مزدلفہ میں ٹھہرتے تھے اور ہڈی کے جانوروں کی قربانی کرتے تھے۔ البتہ انہوں نے اس دین ابراہیمی میں بہت سی بدعتیں ایجاد کر کے شامل کر دی تھیں۔ مثلاً:-

○ قریش کی ایک بدعت یہ تھی کہ وہ کہتے تھے ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں، حرم کے پاس بان، بیت اللہ کے والی اور مکہ کے باشندے ہیں، کوئی شخص ہمارا ہم مرتبہ نہیں اور نہ کسی کے حقوق ہمارے حقوق کے مساوی ہیں۔ اور اسی بنا پر یہ اپنا نام عثم (بہادر اور گرم جوش) رکھتے تھے۔ لہذا ہمارے شایان شان نہیں کہ ہم حدود حرم سے باہر جائیں چنانچہ حج کے دوران یہ لوگ عرفات نہیں جاتے تھے اور نہ وہاں سے افاضہ کرتے تھے بلکہ مزدلفہ ہی میں ٹھہر کر وہیں سے افاضہ کر لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بدعت کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا **ثُمَّ أَفِضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ**.. یعنی تم لوگ بھی وہیں سے افاضہ کرو جہاں سے سارے لوگ افاضہ کرتے ہیں۔

○ ان کی ایک بدعت یہ بھی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ جس (قریش) کے لیے احرام کی حالت میں پنیر اور گھی بنانا درست نہیں اور نہ یہ درست ہے کہ بال ولے گھر یعنی کبیل کے خیمے میں داخل

ہوں اور نہ یہ درست ہے کہ سایہ حاصل کرنا ہو تو چمڑے کے خیمے کے سوا کہیں اور سایہ حاصل کریں بلکہ

○ ان کی ایک بدعت یہ بھی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ بیرونِ حرم کے باشندے حج یا عمرہ کرنے کے لیے آئیں اور بیرونِ حرم سے کھانے کی کوئی چیز لے کر آئیں تو اسے ان کے لیے کھانا درست نہیں ہے

○ ایک بدعت یہ بھی تھی کہ انہوں نے بیرونِ حرم کے باشندوں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ حرم میں آنے کے بعد پہلا طوافِ خمس سے حاصل کئے ہوئے کپڑوں ہی میں کریں۔ چنانچہ اگر ان کا کپڑا دستیاب نہ ہوتا تو مرد ننگے طواف کرتے۔ اور عورتیں اپنے سائے کپڑے اتار کر صرف ایک چھوٹا سا کھلا ہوا کرتا پہن لیتیں۔ اور اسی میں طواف کرتیں اور دورانِ طواف یہ شعر پڑھتی جاتیں:

الْيَوْمَ يَبْدُو بَعْضُهُ أَوْكُلُهُ وَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا أَحِلَّهُ

” آج کچھ یا کُل شرمگاہ کھل جائے گی۔ لیکن جو کھل جائے میں اسے (دیکھنا) حلال نہیں قرار دیتی“ اللہ تعالیٰ نے اس خرافات کے خاتمے کے لیے فرمایا: يَلْبَسِيْ اَدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ .. (۳۱:۴) ”اے آدم کے بیٹو! ہر مسجد کے پاس اپنی زینت اختیار کر لیا کرو“

بہر حال اگر کوئی عورت یا مرد برتر اور معززین کر، بیرونِ حرم سے لائے ہوئے اپنے ہی کپڑوں میں طواف کر لیتا تو طواف کے بعد ان کپڑوں کو پھینک دیتا، ان سے نہ خود فائدہ اٹھاتا نہ کوئی اور۔
○ قریش کی ایک بدعت یہ بھی تھی کہ وہ حالتِ احرام میں گھر کے اندر دروازے سے داخل نہ ہوتے تھے بلکہ گھر کے پھوڑے ایک بڑا سا سوراخ بنا لیتے اور اسی سے آتے جاتے تھے اور اپنے اس اُبڑپنے کو نیکی سمجھتے تھے۔ قرآن کریم نے اس سے بھی منع فرمایا۔ (۱۸۹: ۲)

یہی دین — یعنی شرک و بت پرستی اور توہمات و خرافات پر مبنی عقیدہ و عمل والا دین —

عام اہل عرب کا دین تھا۔

اس کے علاوہ جزیرۃ العرب کے مختلف اطراف میں یہودیت، مسیحیت، مجوسیت اور صابئیت نے بھی درگنے کے مواقع پالے تھے، لہذا ان کا تاریخی خاکہ بھی مختصراً پیش کیا جا رہا ہے۔
جزیرۃ العرب میں یہود کے کم از کم دو ادوار ہیں۔ پہلا دور اس وقت سے تعلق رکھتا ہے

جب فلسطین میں بابل اور آشور کی حکومت کی فتوحات کے سبب یہودیوں کو ترک وطن کرنا پڑا۔ اس حکومت کی سخت گیری اور سخت نضر کے ہاتھوں یہودی بستیوں کی تباہی ویرانی، ان کے ٹھیک کی بربادی اور ان کی اکثریت کی ملک بابل کو جلا وطنی کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہود کی ایک جماعت فلسطین چھوڑ کر حجاز کے شمالی اطراف میں آ بسی۔^{۱۶}

دوسرا دور اس وقت شروع ہوتا ہے جب ٹائٹس رومی کی زیر قیادت سترہ سترہ میں رومیوں نے فلسطین پر قبضہ کیا۔ اس موقع پر رومیوں کے ہاتھوں یہودیوں کی دار و گیر اور ان کے ٹھیک کی بربادی کا نتیجہ یہ ہوا کہ متعدد یہودی قبیلے حجاز جھاگ آئے اور یثرب، خیبر اور یمامہ میں آباد ہو کر یہاں اپنی باقاعدہ بستیاں بسالیں اور قلعے اور گڑھیاں تعمیر کر لیں۔ ان تارکین وطن یہود کے ذریعے عرب باشندوں میں کسی قدر یہودی مذہب کا بھی رواج ہوا اور اسے بھی ظہور اسلام سے پہلے اور اس کے ابتدائی دور کے سیاسی حوادث میں ایک قابل ذکر حیثیت حاصل ہو گئی۔ ظہور اسلام کے وقت مشہور یہودی قبائل یہ تھے۔ خیبر، نضیر، مُصطلق، قرظہ اور قینقاع۔ مشہور یہودی نے وقار الوفا ص ۱۶۱ میں ذکر کیا ہے کہ یہود قبائل کی تعداد بیس سے زیادہ تھی۔^{۱۷}

یہودیت کو یمن میں بھی فروغ حاصل ہوا۔ یہاں اس کے پھیلنے کا سبب تباہ اسعد ابو کرب تھا۔ یہ شخص جنگ کرتا ہوا یثرب پہنچا۔ وہاں یہودیت قبول کر لی اور بنو قریظہ کے دو یہودی علماء کو اپنے ساتھ یمن لے آیا اور ان کے ذریعے یہودیت کو یمن میں وسعت اور پھیلاؤ حاصل ہوا۔ ابو کرب کے بعد اس کا بیٹا یوسف ذونواس یمن کا حاکم ہوا تو اس نے یہودیت کے جوش میں بنجران کے عیسائیوں پر ہلہ بول دیا اور انہیں مجبور کیا کہ یہودیت قبول کریں، مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر ذونواس نے خندق کھدوائی اور اس میں آگ جلا کر بوڑھے، پتھے مرد عورت سب کو بلا تیز آگ کے الاؤ میں جھونک دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس حادثے کا شکار ہونے والوں کی تعداد بیس سے چالیس ہزار کے درمیان تھی۔ یہ اکتوبر ۵۲۳ء کا واقعہ ہے۔ قرآن مجید نے سورہ بروج میں اسی واقعے کا ذکر کیا ہے۔^{۱۸}

جہاں تک عیسائی مذہب کا تعلق ہے تو بلاد عرب میں اس کی آمد حبشی اور رومی قبضہ گیروں

^{۱۶} قلب جزيرة العرب ص ۲۵۱ ۱۷ ایضاً ایضاً

^{۱۸} ابن ہشام ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴

اور فاتحین کے ذریعے ہوتی ہم بتا چکے ہیں کہ یمن پر حبشیوں کا قبضہ پہلی بار ۳۳۲ء میں ہوا۔ اور ۳۳۲ء تک برقرار رہا۔ اس دوران یمن میں مسیحی مشن کام کرتا رہا۔ تقریباً اسی زمانے میں ایک مستجاب الدعوات اور صاحبِ کرامات زاہر بن کانافیمیون تھا، نجران پہنچا اور وہاں کے باشندوں میں عیسائی مذہب کی تبلیغ کی۔ اہل نجران نے اس کی اور اس کے دین کی سچائی کی کچھ ایسی علالتا دکھیں کہ وہ عیسائیت کے حلقہ بگوش ہو گئے۔^{۱۹}

پھر ذونواس کی کارروائی کے ردِ عمل کے طور پر حبشیوں نے دوبارہ یمن پر قبضہ کیا اور انہوں نے حکومتِ یمن کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی تو اس نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ بڑے پیمانے پر عیسائیت کو فروغ دینے کی کوشش کی۔ اسی جوش و خروش کا نتیجہ تھا کہ اس نے یمن میں ایک کعبہ تعمیر کیا اور کوشش کی کہ اہل عرب کو مکہ اور بیت اللہ سے روک کر اسی کا حج کرنے اور مکہ کے بیت اللہ شریف کو ڈھا دے۔ لیکن اس کی اس جرات پر اللہ تعالیٰ نے اسے ایسی سزا دی کہ اولین و آخرین کے لیے عبرت بن گیا۔

دوسری طرف رومی علاقوں کی ہمسائیگی کے سبب آلِ عثمان، بنو تغلب اور بنو مکی وغیرہ قبائل عرب میں بھی عیسائیت پھیل گئی تھی۔ بلکہ حیرہ کے بعض عرب بادشاہوں نے بھی عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا۔

جہاں تک مجموعی مذہب کا تعلق ہے تو اسے زیادہ تر اہل فارس کے ہمسایہ عربوں میں فروغ حاصل ہوا تھا۔ مثلاً عراق عرب، بحرین، (الاحساء) حجاز اور خلیج عربی کے ساحلی علاقے۔ ان کے علاوہ یمن پر فارسی قبضے کے دوران وہاں بھی اکاؤنڈا افراد نے مجوسیت قبول کی۔

باقی رہا صابی مذہب تو عراق وغیرہ کے آثارِ قدیمہ کی کھدائی کے دوران جو کتابت برآمد ہوئے ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کلدانی قوم کا مذہب تھا۔ دورِ قدیم میں شام و یمن کے بہت سے باشندے بھی اسی مذہب کے پیرو تھے، لیکن جب یہودیت اور پھر عیسائیت کا دورِ دوزخ ہوا تو اس مذہب کی بنیادیں ہل گئیں اور اس کی شمعِ فروزاں گل ہو کر رہ گئی۔ تاہم مجوس کے ساتھ خلطِ ملط ہو کر یا ان کے پڑوس میں عراق عرب اور خلیج عربی کے ساحل پر اس مذہب کے کچھ نہ کچھ پیرو کار باقی رہے۔

جس وقت اسلام کا تیرتا ہوا طلوع ہوا ہے یہی مذاہبِ ادیان تھے جو عرب میں پائے جاتے تھے۔ لیکن یہ سارے ہی مذاہبِ شکست و ریخت سے

دینی حالت

دو چار تھے۔ مشرکین جن کا دعویٰ تھا کہ ہم دینِ ابراہیمی پر ہیں شریعتِ ابراہیمی کے اوامر و نواہی سے کوسوں دور تھے۔ اس شریعت نے جن مکارمِ اخلاق کی تعلیم دی تھی ان سے ان مشرکین کو کوئی واسطہ نہ تھا۔ ان میں گناہوں کی بھرا رہی اور طولِ زمانہ کے سبب ان میں بھی بُت پرستوں کی وہی عادات و رسوم پیدا ہو چکی تھیں جنہیں دینی خرافات کا درجہ حاصل ہے۔ ان عادات و رسوم نے ان کی اجتماعی سیاسی اور دینی زندگی پر نہایت گہرے اثرات ڈالے تھے۔

یہودی مذہب کا حال یہ تھا کہ وہ محض ریاکاری اور تحکم بن گیا تھا۔ یہودی پیشوا اللہ کے بجائے خود رب بن بیٹھے تھے۔ لوگوں پر اپنی مرضی چلاتے تھے اور ان کے دلوں میں گزرنے والے خیالات اور ہونٹوں کی حرکات تک کا محاسبہ کرتے تھے۔ ان کی ساری توجہ اس بات پر مرکوز تھی کہ کسی طرح مال و ریاست حاصل ہو، خواہ دین برباد ہی کیوں نہ ہو اور کفر و الحاد کو فروغ ہی کیوں نہ ملے اور ان تعلیمات کے ساتھ تساہل ہی کیوں نہ برتا جائے جن کی تقدیس کا اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو حکم دیا ہے اور جن پر عمل درآمد کی ترغیب دی ہے۔

عیسائیت ایک ناقابلِ فہم بُت پرستی بن گئی تھی۔ اس نے اللہ اور انسان کو عجیب طرح سے خلط ملط کر دیا تھا۔ پھر جن عربوں نے اس دین کو اختیار کیا تھا ان پر اس دین کا کوئی حقیقی اثر نہ تھا کیونکہ اس کی تعلیمات ان کے مالوف طرزِ زندگی سے میل نہیں کھاتی تھیں اور وہ اپنا طرزِ زندگی چھوڑ نہیں سکتے تھے۔

باقی ادیانِ عرب کے ماننے والوں کا حال مشرکین ہی جیسا تھا کیونکہ ان کے دل یکساں تھے عقائد ایک سے تھے اور رسم و رواج میں ہم آہنگی تھی۔